Mujalla Islami Fikr-o-Tahzeeb (MIFT)

Volume 5 Issue 1, Spring 2025

ISSN(P): 2790 8216 ISSN(E): 2790 8224

Homepage: https://journals.umt.edu.pk/index.php/mift

Article QR

برصغیر میں مغرب کے جنگی قوانین کا اولین تقابلی و تنقیدی جائزہ: سید ابوالاعلیٰ مودودی کے نقطہ نظر کا اختصاصی مطالعہ

Title: **The Foremost Comparative and Critical Analysis of Western Law of War in Sub Continent: A Special Study of Syed Abu ul Ala Maududi's Views**

Author (s): [1]Muhammad Rasheed [2,] Jamil Ahmad

Affiliation (s): [1]**Bahauddin Zakariya University (BZU), Multan, Pakistan .**
[2]**Bahauddin Zakariya University (BZU), Multan, Pakistan.**

DOI: https://doi.org/10.32350/mift.51.04

History: Received: Jan 21, 2025, Revised: Mar 23, 2025, Accepted: April 15, 2025, Published: June 27, 2025

Citation: Rasheed, Muhammad and Ahmad, Jamil. "The Foremost Comparative and Critical Analysis of Western Law of War in Sub Continent: A Special Study of Syed Abu ul Ala Maududi's Views." *Mujalla Islami Fikr-o-Tahzeeb* 5, no. 1 (2025): 48–60. https://doi.org/10.32350/mift.51.04

Copyright: © The Authors

Licensing: This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest

A publication of
Department of Islamic Thought and Civilization, School of Social Sciences and Humanities University of Management and Technology, Lahore, Pakistan

برصغیر میں مغرب کے جنگی قوانین کا اولین تقابلی و تنقیدی جائزہ: سید ابو الاعلیٰ مودودی کے نقطہ نظر کا اختصاصی مطالعہ

The Foremost Comparative and Critical Analysis of Western Law of War in Sub Continent: A Special Study of Syed Abu ul Ala Maududi's Views

Muhammad Rasheed*

Bahauddin Zakariya University (BZU), Multan, Pakistan.

Jamil Ahmad

Bahauddin Zakariya University (BZU), Multan, Pakistan.

Abstract

In the modern era, Syed Abul A'la Maududi (d. 1979) was the first Muslim leader from the Indian subcontinent to conduct a comparative study of the laws and attitudes of war in Islam and the West at the beginning of the Twentieth century, proving the superiority of Islam. Maududi believed that the West is unaware of the moral aspects, justification, objectives, and goals of war. Therefore, the West's written international law provides no guidance on the questions of just and unjust wars, or right and wrong in warfare.The loss of ten million lives in World War I, the injury of millions, the wastage of trillions in war expenses, and the devastation of nations and countries—followed by the preparation for World War II shortly afterward—demonstrates that Western nations may have made extraordinary advancements in weaponry and war resources, but the spirit driving this warfare is the same savage spirit of ancient times, which has only grown more dangerous with the development of war instruments. Moreover, Western international law is merely a custom adopted by a few nations, lacking any legal significance or solid foundation. Despite the establishment of rules and regulations at The Hague and Geneva, and despite claims to respect "civilized laws of war," Western nations abandoned adherence to these laws as soon as the opportunity arose. In contrast, the objective of war in Islam is not simply "war" but reform, peace, and security. The history of the Prophet's era, the era of the Rightly Guided Caliphs, and the entire Islamic era testifies that Muslims conquered thousands of lands and cities without committing mass killings, enslaving the population, or confiscating their properties. Muslims established a new precedent by granting conquered peoples their full basic human and civil rights as non-Muslim citizens and protecting them. Only Islam has endeavored to limit warfare, replace savage competition with civilized conduct, uphold justice over oppression, and transform war from a sin into a virtue. It is only by adopting the Islamic law of war that the world can be saved from the curse of injustice.

Keywords: International Law, Western Legal Tradition, Islamic Jurisprudence, Laws of War, War Ethics, World War I, Slavery, Oppression, Military Objectives

۱. تمہید

بین الاقوامی قانون کا مرکزی موضوع اقوام کے مابین امن اور جنگ کے اصول و قواعد سے بحث کرنا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مغرب کی طرف سے اسلام پر سب سے زیادہ اعتراض اسی پہلو سے کیا گیا ہے۔

*Corresponding author: abu_munzir1999@yahoo.com

برصغیر میں سب سے پہلے انیسویں صدی میں سر سید احمد خاں (م:1898ء) نے اس پہلو سے عالم اسلام کے دفاع کی کوشش کی۔ سر سید احمد خاں ہی کی ترغیب اور خواہش پر ان کے رفقاء مولوی چراغ علی (م:1895ء) نے اپنی انگریزی تصنیف A Critical Exposition of the Popular 'Jihad' نامی اپنی تصنیف میں اور علامہ شبلی نعمانی (م:1914ء) نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "سیرۃ النبی ﷺ" میں اسلام کے قانون جنگ کے دفاع کی کوشش کی۔ اگرچہ دفاع اسلام کے لیے بروئے کار آنے والی یہ کاوشیں وقیع اور قابل قدر تھیں مگر ان کاوشوں میں مدافعانہ اور معذرت خواہانہ رنگ غالب رہا۔ جدید دور میں برصغیر کے سید ابوالاعلیٰ مودودی (م:1979ء) وہ پہلے مصنف ہیں جنہوں نے بیسویں صدی کے اوائل میں اسلام اور مغرب کے قانون جنگ کا تقابلی مطالعہ پیش کر کے معذرت خواہی کے فسوں کو توڑا اور مغرب کے قانون جنگ پر شدید نقد کر کے اسلام کے قوانین جنگ کی اس پر برتری و بالاتری واضح کرنے کی کوشش کی۔

2۔ مغرب اور جنگ کے جواز کا مسئلہ

مغربی تہذیب میں جنگ کا اخلاقی پہلو کیا ہے؟ جنگ کن مقاصد کی وجہ سے جائز ٹھہرتی ہے اور کس صورت میں ناجائز ہے؟ کیا مغرب کے پاس جنگ کے لیے کوئی بلند اور پاکیزہ نصب العین بھی ہے؟ سید مودودی کی رائے میں ان تمام سوالات کے بارے میں مغرب کا تحریری قانون بالکل خاموش ہے۔ خاص طور پر جنگ سے متعلق اخلاق کے سوال کو دور جدید کے بین الاقوامی قانون نے اپنی بحث سے خارج کر دیا ہے۔ سید مودودی پروفیسر لارینس کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "جدید بین الاقوامی قانون ان اخلاقی مسائل سے بالکل نا آشنا ہے"[1]۔ سید مودودی کی رائے میں مغرب کے تحریری بین الملکی قانون میں جنگ کے جائز اور ناجائز اور حق و ناحق کے سوالات کے بارے میں ہمیں کوئی راہنمائی نہیں ملتی۔ سید مودودی ڈاکٹر بائی کا اقتباس نقل کرتے ہیں کہ "ایک بین الملکی قانون غیر مدون یا بے لکھا بھی ہے اور اصلی قانون

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 1996ء)، 461۔

وہی ہے"۔ اس اصول کی روشنی میں سید مودودی مغربی اقوام کے عمل کے مشاہدے و مطالعے کی دعوت دیتے ہیں۔ سید مودودی رقمطراز ہیں کہ:

"وہ قومیں جن کا عمل تہذیب جدید کا معیار ہے، جن کی حرکات و سکنات تہذیب سازی کا درجہ رکھتی ہیں اور جن کے کردار و گفتار کے سوا کسی دوسری چیز کو تہذیب جدید سے تعبیر بھی نہیں کیا جا سکتا، ان کے درمیان جب جنگ برپا ہوتی ہے تو کن اغراض و مقاصد کے لیے ہوتی ہے اور کس قسم کی جنگ کو ان کے ہاں حق و انصاف کی جنگ کہا جاتا ہے"[2]۔

جنگ کے بارے میں مغربی اقوام کے عمل کو بطور معیار جانچنے کے لیے سید مودودی مغربی اقوام کی چھوٹی چھوٹی جنگوں کو زیر غور نہیں لاتے بلکہ انہوں نے صرف بیسویں صدی کی پہلی جنگ عظیم کے مشاہدے و مطالعے کی دعوت دی جس میں مغربی تہذیب کے تمام علمبردار شامل تھے[3]۔ یعنی جس جنگ میں جدید دنیا کی تمام مہذب اقوام کو نمائندگی حاصل تھی، اس جنگ کے مطالعہ سے ہم اس بات کا کھوج لگا سکتے ہیں کہ مغربی تہذیب کی نگاہ میں جائز و ناجائز جنگ کے امتیاز کا اخلاقی معیار کیا ہے[4]۔

3۔ جنگ عظیم اول کے تناظر میں مغرب کے جنگی اصولوں کا تعین

سید مودودی اپنا حاصل مطالعہ پیش کرتے ہیں کہ جنگ عظیم اول بنیادی طور پر مغرب کی چھ بڑی اقوام کے درمیان برپا ہوئی تھی۔ اگرچہ دوسری چھوٹی بڑی اقوام بھی اس میں شامل ہو گئی تھیں۔ اس جنگ میں جرمنی اور آسٹریا ایک طرف اور برطانیہ، فرانس، روس اور اٹلی دوسری طرف تھے۔ ان دونوں باہم متقابل گروہوں کے ارکان ممالک کی آپس میں دیرینہ دشمنیاں تھی جبکہ جس مخالف گروہ سے انہوں نے جنگ کی ان سے ان کی دوستی تھی۔ بالفاظ دیگر آپس کی رقیب اقوام نے مل کر اپنی اپنی دوست اقوام سے جنگ کی۔ سید مودودی سوال اٹھاتے ہیں کہ وہ کون سے مقاصد و اغراض تھے جن کے لیے ان اقوام نے یہ جنگ عظیم برپا کی۔ وہ اپنا نقطہ نظر درج ذیل الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

"مذہب کا کوئی سوال نہ تھا کہ سب کے سب عیسائی تھے۔ مدافعت وطن کا بھی کوئی سوال نہ تھا کہ کسی نے کسی پر حملہ نہ کیا تھا۔ حقوق کا بھی کوئی سوال نہ تھا کہ سب اپنے اپنے حقوق سے پوری طرح متمتع ہو رہے تھے۔ پھر کیا چیز تھی جس نے ان کو ایک دوسرے کے خلاف لڑنے پر آمادہ کیا؟ تاریخ کے مطالعہ سے

[2] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 463

[3] یہ پہلی جنگ عظیم کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ ابھی دوسری جنگ عظیم کا واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔

[4] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 463-464

معلوم ہوتا ہے کہ وہ چیز سوائے اس کے اور کچھ نہ تھی کہ ہر قوم اپنے حصہ سے کچھ زیادہ لینا چاہتی تھی اور ہر فریق کی خواہش تھی کہ دوسرے فریق کو دبا کر یا مٹا کر اس کے منافع سے خود مستفید ہو۔"[5]

سید مودودی نے تفصیل سے جائزہ لیا کہ فرانس اور انگلستان کی سالہا سال کی عداوت چلی آرہی تھی جبکہ جرمنی سے اس کی دوستی تھی۔ جرمنی بحری ذرائع تجارت پر اپنی برتری کے لیے کوشاں تھا اور یہ بات برطانیہ کو بری لگی کہ چاہے کوئی اس کا دوست ملک ہی کیوں نہ ہو اس سے آگے بڑھنے کی کوشش کیوں کر رہا ہے چنانچہ اس نے فرانس سے اپنی صدیوں کی پرانی دشمنی بھلا کر جرمنی کو دبانے کے لیے اس سے دوستی کرلی۔ دوسری طرف انگلستان روس کا بھی سخت مخالف رہا تھا مگر صرف جرمنی کو دبانے کے لیے اس نے روس سے بھی اتحاد کرلیا۔ اس طرح برطانیہ، فرانس اور روس نے اپنی سلطنت کی توسیع اور اپنے تجارتی مفادات و تفوق کو باقی رکھنے کے لیے جرمنی و آسٹریا کے بڑھتے ہوئے اثر رسوخ کو ختم کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ جبکہ دوسری طرف جرمنی و آسٹریا کو اس خواہش نے متحد کیا تھا کہ انہیں اپنی سلطنت کو وسیع کرنے اور دنیا کی تجارت و اقتصادی زندگی پر فوقیت حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے کی مدد درکار تھی۔ جبکہ اٹلی جو کہ جرمنی کا دوست ملک تھا اس نے موقع پرستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پہلے گروہ کے ساتھ اتحاد میں شامل ہوگیا[6]۔ اس طرح دنیا میں "مہذب قوموں" کی وہ عظیم الشان جنگ برپا ہوئی جس کے سامنے پچھلی غیر مہذب اقوام کی جنگیں معمولی محسوس ہونے لگیں۔ اس جنگ میں شریک ہونے والی ہر قوم یہ دعویٰ کر رہی تھی کہ وہ اپنے "مقدس" حقوق کی حفاظت کے لیے جنگ پر مجبور ہوئی ہے۔ نیز صرف اپنے حقوق کی حفاظت ہی نہیں بلکہ دنیا کی دیگر کمزور اقوام کو آزادی دلوانا بھی ان کا مقصد ہے۔ لیکن جنگ کے بعد فاتح مغربی گروہ نے جس طرح کمزور اقوام کی بندربانٹ کی اور آپس میں کمزور ممالک کے علاقے تقسیم کیے اس سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ مغربی تہذیب میں "حق" کس چیز کا نام ہے[7]۔

مغربی اقوام میں کمزور ممالک کے علاقوں کی اس شرمناک بندربانٹ کو اس مثال سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ جنگ کے آغاز میں پولینڈ کو آزادی کی امید دلائی گئی تھی جبکہ روس سے یہ خفیہ معاہدہ کیا گیا تھا کہ پول قوم کی آزادی سلب کرنے کے لیے روس کو ہر ممکن کاروائی کرنے کا اختیار

---

[5] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 465

[6] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 467

[7] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 468

حاصل ہے[8]۔ لالچ، حرص، دھوکہ اور چالبازی کے ذریعے ہوس ملک گیری کی تسکین کے لیے عرب ممالک سمیت متعدد کمزور اقوام کو آزادی کی امید دلا کر بعد میں اپنے خفیہ عزائم و معاہدے کے تحت ان تمام کمزور اقوام کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آپس میں بانٹ لیے گئے۔

4۔ مغرب کے جنگی مقاصد

سید مودودی مغربی اقوام کے جنگی عزائم پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ نہ صرف حکمران بلکہ انگلستان، فرانس، اٹلی، جرمنی اور آسٹریا کی رائے عامہ اپنی اپنی قوموں کے ان اعمال کی حمایتی تھی اور عوام ہی کی پرجوش حمایت کی وجہ سے ان ممالک کے حکمران اتنی بڑی جنگ لڑنے میں کامیاب ہوئے۔ مغربی اقوام کے اس تعامل اور طریق کار سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جنگ کے دوران اور جنگ کے بعد جو افعال حق اور انصاف کے نام پر کیے گئے وہی درحقیقت مغربی تہذیب میں حق اور انصاف کا مصداق ہیں اور ایسے ہی حقوق کی خاطر جنگ کرنا مغربی تہذیب جائز سمجھتی ہے۔ مغرب کے اس مطالعہ و مشاہدہ کی روشنی میں سید مودودی مغربی تہذیب کے جنگی مقاصد کی نشاندہی کرتے ہیں جن میں (1) اپنے تجارتی مقاصد کے حصول کے لیے دنیا کی دولت پر اجارہ داری حاصل کرنا۔ (2) تجارت کے میدان میں صحت مندانہ مسابقت کی بجائے حریف کو منفی ہتھکنڈوں کے ذریعے کچلنے کی کوشش کرنا۔ (3) سامراجی مقاصد کے لیے ملکوں کو اپنے زیر اثر کرنے کی کوشش کرنا۔ (4) اسی مقصد کی خاطر اقوام کو کمزور سے کمزور تر کرنا اور ملکوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ یہ تمام مغرب کے بنیادی جنگی مقاصد ہیں۔

سید مودودی اس بات کا امکان ظاہر کرتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ ان کے اس استدلال کو بعض لوگ مبالغہ اور غلو پر مبنی قرار دیں مگر وہ کہتے ہیں کہ مغربی اقوام کے اجتماعی عمل کے سوا مغربی تہذیب اور کس چیز کا نام ہو سکتا ہے؟ مغرب کے مذہب سے اس لیے استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ خود مغربی اقوام اپنے مذہب کو اپنی سیاست سے بے دخل کر چکی ہیں اور خود ان کا مذہب بھی سیاسی امور سے تعلق رکھنا پسند نہیں کرتا۔ جہاں تک مغربی قانون بین الاقوام کا تعلق ہے تو وہ تو پہلے ہی جنگ کے جائز اور ناجائز مقاصد کو اپنی بحث ہی سے خارج کر چکا ہے۔ لہٰذا مغرب کے جنگ سے متعلق اصول و مقاصد کا تعین ان کے اجتماعی تعامل ہی سے ممکن ہے[9]۔ بیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں پیش کیے گئے اپنے مشاہدے و مطالعے اور تجزیے میں سید مودودی لکھتے ہیں:

[8] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 472

[9] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 485-486

آج مغربی دنیا جنگ و پیکار کے لیے اتنی تیار ہے کہ 1914ء میں بھی نہ تھی۔ آج مغربی تہذیب نے فوجوں کی کثرت، مہلک آلات جنگ کی ترقی، دیو ہیکل جنگی جہازوں کی صنعت، تباہ کن ہوائی جہازوں کی ساخت، زہریلی گیسوں اور غارت گر سامان جنگ کی تیاری سے انسانیت کو ہلاک و برباد کرنے کے لیے وہ سامان فراہم کیا ہے جس کی نظیر سے پوری تاریخ عالم خالی ہے[10]۔

مغرب کی جنگی تباہ کاری کی طاقت کے ذکر کو سید مودودی درج ذیل الفاظ میں سمیٹنے کی کوشش کرتے ہیں:

"یہ آئندہ جنگ کی تیاریوں کا ایک مختصر بیان ہے۔ اگر آپ تفصیلات معلوم کرنا چاہتے ہیں تو کتاب What would be the Character of a New War ملاحظہ کیجیے جو نیوا کی انٹر اپارلیمنٹری یونین نے باقاعدہ تحقیقات کے بعد شائع کی ہے۔ اس کو پڑھ کر آپ اندازہ کر لیں گے کہ مغربی تہذیب نے کس طرح اپنی ہلاکت کا سامان اپنے ہاتھوں فراہم کیا ہے۔"[11]

مغرب کے جنگی جنون اور عاقبت نااندیشی پر وہ یہ دلیل بھی دیتے ہیں کہ جنگ عظیم اول نے چار سال تک پوری دنیا میں ایک بحران کھڑا کر دیا تھا۔ ایک کروڑ انسانوں کا مارا جانا اور تین کروڑ کے لگ بھگ لوگوں کا زخمی ہو جانا، کھربوں روپے کے سرمایے کا برباد ہو جانا، اقوام کا تباہ ہونا اور ساری دنیا کی اقوام کی اخلاقی و روحانی اور تمدنی و سیاسی شعبہ ہائے حیات میں شدید بحرانوں کا جنم لینا مغرب کے تصور جنگ کے نتائج ہیں[12]۔

سید مودودی اپنے مشاہدے و مطالعے اور تجزیے کی بنیاد پر دعویٰ کرتے ہیں کہ جنگ کی اخلاقی حیثیت اور اغراض و مقاصد کے حوالے سے مغربی دنیا تہذیبی و تمدنی ترقی کے تمام تر دعوں کے باوجود اس نقطہ سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھی ہے جس پر تاریک دور کی غیر متمدن اور وحشی قومیں صدیوں پہلے قائم تھیں۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ مغربی اقوام نے آلات حرب اور وسائل جنگ میں تو واقعی غیر معمولی ترقی کی ہے مگر اس جنگ کے اندر جو روح کام کر رہی ہے وہ اسی عہد وحشت کی روح ہے جس کی درندگی و وحشت آلات جنگ کی ترقی سے کم ہونے کی بجائے پہلے سے بھی زیادہ خطرناک ہو گئی ہے۔ چنانچہ سید مودودی رقمطراز ہیں:

---

[10] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 499

[11] مودودی، **تنقیحات**، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1997)، 73-74

[12] مودودی، **تفہیمات**، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز) 3:238

قدیم وحشیوں کی طرح ان جدید وحشیوں کے پیش نظر بھی نہ کوئی بلند نصب العین ہے نہ کوئی اعلیٰ مطمح نظر، نہ کوئی ایسا اخلاقی مقصد جس کی بنا پر یہ ان کے مقابلہ میں کسی سبقت و فوقیت کا دعویٰ کر سکیں۔ وہی حصول جاہ و مال اور توفیر ثروت و توسیع اقتدار کی خواہش جواب سے چار ہزار برس پہلے کسی غیر متمدن قبیلہ کو جنگ پر ابھار سکتی تھی، آج کل کی مہذب قوموں کو بھی مردم کشی و خوں ریزی پر آمادہ کرتی ہے۔ تہذیب و تمدن کی ترقی سے اخلاقی حالت میں تو کوئی ترقی نہیں ہوئی، البتہ اگر کوئی ترقی ہوئی ہے تو یہ کہ پہلے ان ادنیٰ و اسفل مقاصد کے لیے جتنی قوت استعمال کی جاتی تھی اب اس سے دس ہزار درجہ زیادہ شدید، ہولناک اور تباہ کن قوت استعمال کی جاتی ہے[13]۔

5۔ مغرب کے بین الاقوامی قانون کا ناقدانہ جائزہ

اہل مغرب کے جنگی مقاصد و اخلاقیات پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد سید مودودی ان کے قانون بین الاقوام کا جائزہ لیتے ہیں۔ سید مودودی کے نزدیک مغرب کے قانون بین الاقوام کی سب سے زیادہ جامع تعریف یہ بیان کی گئی ہے کہ "وہ ایک رواج ہے جس کی پابندی مہذب قومیں اپنے معاملات میں کیا کرتی ہیں۔"[14]

جب مغرب کا قانون بین الاقوام محض ایک رواج ہے اور اس کو کسی بالاتر قوت نے وضع نہیں کیا کہ اس کی پیروی کرنے پر ساری قومیں مجبور ہوں اور اس میں ردوبدل کرنے کا انہیں اختیار نہ ہو۔ چونکہ یہ رواج انہوں نے خود ہی بنایا ہے اس لیے وہ جب چاہیں اس میں تبدیلی کر سکتی ہیں اور جس طرح چاہیں اس رواج پر عمل کر سکتی ہیں۔ اس بحث سے سید مودودی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مغربی اقوام انٹرنیشنل لاء کے تابع نہیں ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انٹرنیشنل لاء ان کے تابع ہے۔ مختصر یہ کہ وہ اپنی آسانی کے لیے جو بھی طریقہ اختیار کریں وہی قانون ہے اور جس طریقہ کو وہ ترک کر دیں وہ سرے سے قانون ہی نہیں ہے۔ اسی بنیاد پر مغرب کے بعض ممتا اہل علم کی رائے میں اس رواج کو لفظ قانون سے تعبیر کرنا ہی غلط ہے۔ سید

[13] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 500/ سید مودودی نے اپنی کتاب کے حاشیہ میں تحریر کیا کہ دوسری جنگ عظیم میں ایٹم بم کی ایجاد نے اس نسبت کو بڑھا کر دس لاکھ درجہ کر دیا ہے۔

[14] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 502

مودودی مغربی ماہر قانون آسٹن کی کتاب Province of Jurisprudence Determined کے حوالے سے اس کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں کہ "بین الملی قانون کی قوت کا انحصار محض رائے عام کی تائید پر ہے، اس لیے وہ صحیح معنوں میں قانون نہیں کہا جا سکتا۔" ایک اور مغربی دانشور لارڈ سالسبری کا بیان سید مودودی نقل کرتے ہیں کہ "اس کو کوئی عدالت بزور نافذ نہیں کر سکتی، اس لیے اسے لفظ قانون سے تعبیر کرنا گمراہ کن ہے۔"[15]

اس بحث سے وہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ مغرب کا انٹرنیشنل لاء محض چند قوموں کا اختیار کیا گیا ایک رواج ہے جس کی نہ کوئی قانونی وقعت ہے اور نہ ہی کوئی مستحکم بنیاد[16]۔ سید مودودی نے مغرب کے انٹرنیشنل لاء پر گہری نظر رکھتے ہوئے اسے واضح کرنے کی کوشش کی کہ یہ قانون محض سلطنتوں کے سیاسی مصالح اور اغراض کا آلہ کار بن کر رہ گیا ہے جسے بنانے اور حسب منشا کام میں لانے اور حسب ضرورت تبدیل کرنے کے تمام اختیارات مغربی اقوام کے ان بااختیار لوگوں کے پاس ہیں جو مطلب براری کے لیے ہر جائز و ناجائز وسیلہ کو استعمال کرنے کے عادی ہیں۔ سید مودودی لکھتے ہیں:

> "اس میں تاویل و تعبیر کی اتنی گنجائش، اختلاف رائے کے لیے اتنی لچک اور واجبات سے بری الذمہ ہونے کے لیے اتنی کشادگی رکھی گئی ہے کہ ہر سلطنت اپنی اغراض کے مطابق جب چاہے اسے توڑ دے اور وہ پھر بھی قائم کا قائم رہے۔ گویا خود قانون ہی نے اپنے اندر قانون شکنی کے لیے بھی کافی وسعت مہیا کر رکھی ہے۔"[17]

سید مودودی کے نزدیک مغرب کے انٹرنیشنل لاء کی یہی وہ سب سے بڑی خامی ہے کہ ہیگ اور جنیوا میں قواعد و ضوابط طے کرنے کے باوجود اور "مہذب قوانین جنگ" کے احترام کے دعوے کرنے کے باوجود مغربی اقوام کو جیسے ہی موقع ملا وہ اس قانون کی پابندی سے آزاد ہو گئیں۔ تمام مغرب نے مل کر ان قوانین جنگ کی دھجیاں اڑا دیں جنہیں خود مغرب ہی نے سات برس پہلے ہیگ اور جنیوا میں وضع کیا تھا۔ لہٰذا اگر یہ قوانین کسی حقیقی اخلاقی احساس پر مبنی ہوتے تو ان کے اس طرح چیتھڑے نہ بکھیرے جاتے[18]۔

---

[15] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 502-503

[16] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 503

[17] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 506

[18] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 509

اپنے ہی بنائے ہوئے قانون جنگ کی خلاف ورزی ہی کا نتیجہ تھا کہ مغرب کے اہل علم و دانشور حضرات نے صاف صاف سے اعتراف کرنا شروع کر دیا کہ جنگ کو اصول و قانون کا پابند بنانا ناممکن ہے۔ اور یہ کہ جنگ اور قانون ایک دوسرے سے متناقض ہیں۔ اس طرح مغرب نے اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کیا کہ ہیگ اور جنیوا میں مرتب ہونے والے قوانین جنگ کے قانون نہیں بلکہ حربی طاقت اور اسلحہ ہی مغرب کا جنگی قانون ہے۔ اس طرح سید مودودی بیسویں صدی کے مہذب قانون جنگ کی بے بسی اور کمزوری کو اپنے دلائل سے واضح کرتے ہیں[19]۔

انیسویں صدی کے وسط تک مغرب میں قوانین جنگ کا کوئی ایسا ضابطہ موجود نہ تھا جسے مغربی ممالک نے مل کر منظور کیا ہے یا جس کو مغربی افواج میں جنگی قانون کی حیثیت سے رائج کیا گیا ہو۔ امریکہ وہ پہلا مغربی ملک ہے جس نے اس راہ میں پہلا قدم اٹھایا۔ 1863 میں امریکہ نے اپنی افواج کے لیے ایک ضابطہ ہدایات جاری کیا۔ جس کے بعد جرمنی، فرانس، روس اور برطانیہ نے بھی اپنی افواج کو اسی قسم کی ہدایات جاری کیں۔ اس طرح مغرب کی تمام اقوام نے وہی طریقہ اختیار کر لیا جو ان سے کم و بیش 12 سو سال پہلے ملک عرب میں پیغمبر اسلام ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء نے جاری و رائج کیا تھا[20]۔ اس کے برعکس مغرب جس قوانین جنگ سے انیسویں صدی میں آشنا ہوا، اس سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے اسلام نے جنگ سے متعلق اپنا ایک مکمل ضابطہ قانون دنیا کو دے دیا تھا، جس کے بنیادی اصول اب بھی وہی ہیں جن کو مغربی دنیا نے بہت دیر بعد اختیار کیا۔ سید مودودی کی رائے میں اسلام کے قوانین جنگ کے بعض اصول ایسے بھی ہیں جن تک مغربی دنیا کی ابھی تک پہنچ ہی نہیں سکی[21]۔

6۔ اسلام اور مغرب کے قوانین جنگ پر ایک تقابلی نظر

سید مودودی دعویٰ کرتے ہیں کہ مغرب کے قوانین جنگ کسی طرح بھی اسلام کے قوانین جنگ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اسلام کے قوانین تمام مسلمانوں کے لیے واجب العمل ہیں۔ کسی مسلمان کو مسلمان رہتے ہوئے ان کی پابندی سے انکار یا اس سے فرار کا اختیار و حق حاصل نہیں ہے۔ کوئی مسلمان اسلام کے قوانین جنگ کو نہ منسوخ کر سکتا ہے اور نہ ہی ان کی اطاعت سے انکار کر سکتا ہے اور نہ ان میں ترمیم کر سکتا ہے۔ نیز اہل مغرب کے قوانین کی طرح اسلام کے قوانین جنگ مسلمانوں کے وضع کردہ نہیں ہیں، بلکہ ان کی

[19] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 514
[20] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 520
[21] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 523

تدوین وحی کی بنیاد پر ہوئی ہے۔ جبکہ اس کے برعکس مغربی قوانین جنگ کو خود اہل مغرب ہی نے وضع کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس بات کو اپنا حق سمجھتے ہیں کہ جب تک چاہیں ان قوانین پر عمل کریں اور جب چاہیں ان کو منسوخ کر کے دوسرے قوانین بنا لیں۔ اسلام کے قوانین جنگ کی مغرب کے قوانین جنگ پر دوسری فوقیت یہ ہے کہ مغرب کی اقوام اس شرط پر اپنے قائم کردہ قوانین جنگ پر عمل پیرا ہوتی ہیں کہ دوسری قوم بھی ان پر عمل کرے گی۔ اگر دوسری قوم اس پر عمل نہ کرے تو پہلی قوم بھی اس کی اطاعت سے نکل جاتی ہے۔ لیکن اسلام کے جنگی قانون میں اس قسم کی کوئی شرط نہیں رکھی گئی ہے۔ سید مودودی اپنے مدعا پر روشنی ڈالتے ہیں کہ جس زمانہ میں یہ قوانین وضع کیے گئے تھے اس وقت تو غیر مسلم سلطنتوں سے اس قسم کا کوئی سمجھوتہ ممکن ہی نہ تھا۔ اس وقت عملی صورتحال یہ تھی کہ غیر مسلم حملہ آور اقوام مسلمانوں کے مقابلہ میں وحشیانہ طریقہ سے جنگ کرتے تھے اور جب انہیں معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا مذہب انہیں ایسی وحشیانہ حرکات سے روکتا ہے تو وہ اپنی وحشیانہ حرکتوں میں اور زیادہ بے باک ہو گئے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں نے اپنے قانون جنگ کی اطاعت کو ترک نہیں کیا۔ یہ وہ دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کا قانون جنگ مغرب کے قانون جنگ پر ہر لحاظ سے فائق و برتر ہے[22]۔

سید مودودی یہ بات بھی واضح کرتے ہیں کہ اسلام کے قانون جنگ کے تیرہ سو سال بعد مدون ہونے والا مغرب کا قانون جنگ اتنے طویل زمانی وقفہ رکھنے کے باوجود جہاں تک اصول کا تعلق ہے مغربی قانون نے اسلامی قانون پر ایک حرف کا اضافہ نہیں کیا ہے۔ نیز مغربی تہذیب نے چند جنگی قوانین تو وضع کر دیے ہیں مگر قوت کے استعمال کا کوئی اخلاقی ضابطہ نہیں دیا بلکہ اسے آزاد چھوڑ دیا ہے کہ جب چاہے جس سے چاہے جنگ کرتا پھرے، ان کا قانون جنگ صرف ان سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ جب کسی کو مارے تو فلاں طریقے سے مارے اور فلاں طریقے سے نہ مارے۔ لیکن یہ جنگ کس مقصد کے تحت جائز اور کس مقصد کے تحت ناجائز ہے اس سے مغربی قانون کو کوئی بحث نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلام نے جنگ کو نہ صرف مہذب طریقے کا پابند کر دیا ہے بلکہ یہ بھی بتا دیا ہے کہ کس مقصد کے تحت جنگ کی جا سکتی ہے اور کس مقصد کے تحت جنگ کرنا جائز نہیں ہے۔ اسلام نے اس بنیادی مسئلہ کو انسان کی ذاتی صوابدید پر نہیں چھوڑا بلکہ اس کو اپنی اخلاقی حدود کا پابند بنایا

---

[22] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 526-527

ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر اسلام کا قانون جنگ مغرب کے قانون جنگ کے مقابلہ میں زیادہ صحیح، زیادہ مفید، زیادہ معقول اور زیادہ مضبوط ہے[23]۔

6:1۔ جنگ نہیں صلح اولین ترجیح

سید مودودی نے یہ نکتہ بھی واضح کیا ہے کہ اسلامی جنگ کے شعائر میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جنگ کے مقابلے میں صلح کے لیے ہر وقت مسلمانوں کو تیار رہنا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کی جنگ کا مقصد "جنگ" نہیں ہے بلکہ اصلاح اور امن و سلامتی ہے۔ اس لیے اگر مصالحت کے ذریعہ اصلاح و امن کا یہ مقصد حاصل ہوتا ہے تو ہتھیار اٹھانے کی بجائے اس تعمیری صورت کو اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے[24]۔

6:2۔ مفتوحین سے مسلمانوں کا سلوک

مسلمان اگر جنگ میں فاتح بنیں تو انہیں مفتوح قوم سے کیا سلوک کرنا ہے؟ اسلامی قانون اس بارے واضح راہنمائی کرتا ہے۔ اسلامی قانون میں مفتوحین کی دو اقسام بیان کی گئی ہیں۔ پہلی قسم ان مفتوحین کی ہے جو جنگ کرنے کی بجائے صلح کے معاہدے کے ساتھ اطاعت قبول کر لیں۔ اور دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن پر جنگ کے ذریعہ غلبہ حاصل کیا جائے۔ سید مودودی پہلی قسم کے مفتوحین کے بارے میں اسلام کا قانون یہ بتاتے ہیں کہ جن شرائط صلح کے تحت ان سے معاہدہ ہوا ہے انہی شرائط ہی کے تحت ان کے ساتھ برتاؤ کیا جائے گا۔ وہ اسلام کی راہنمائی اس پہلو سے بھی واضح کرتے ہیں کہ یہ رویہ حرام اور ناجائز ہے کہ دشمن کو چند شرائط کے ذریعے اطاعت پر آمادہ کر لیا جائے لیکن جب اس پر مکمل کنٹرول حاصل ہو جائے تو طے شدہ شرائط پر عمل کرنے کی بجائے اپنی من مانی کی جائے۔ سید مودودی کے نزدیک یہ رویہ آج کل کی مہذب اقوام کا معمول کا سیاسی رویہ ہے۔ اسلام کی رو سے صلح کے وقت جو شرائط طے ہو جائیں ان کو بعد میں یکطرفہ طور پر تبدیل کرنا قطعی جائز نہیں ہے۔ نیز مغلوب اقوام کے ٹیکس میں اضافہ کرنا، ان کی زمینوں پر قبضہ کرنا، ان کی عمارتوں کو چھیننا، ان پر سخت قوانین جاری کرنا، ان کے مذہب میں مداخلت کرنا، ان کی آبرو پر دست درازی کرنا اور ان پر استطاعت سے بڑھ کر بوجھ ڈالنا یہ سب چیزیں اسلام کی رو سے ممنوع ہیں[25]۔

---

[23] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 598-600

[24] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 271

[25] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 275-276

6:3۔ مسلم تاریخ کی شاندار فتوحات انسداد غلامی کی عملی مثال

مفتوحین کی دوسری قسم یعنی جنہیں جنگ کے نتیجے میں فتح کیا جائے ان کے بارے میں اس زمانے کا عام دستور یہ تھا کہ مفتوحین کو غلام بنالیا جاتا، ان کی املاک پر قبضہ کرلیا جاتا اور شہروں کی فتح کے بعد قتل عام کرکے ان کی جنگی طاقت کو فنا کردیا جاتا۔ چونکہ اسلام کے طریق اصلاح میں کسی موجودہ قانون کو فوری بدلنے کی بجائے تدریجاً اصلاح کا طریقہ ہے۔ اس لیے لفظاً تو اس دستور کو برقرار رکھا گیا لیکن نبی اکرم ﷺ اور اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی قائدانہ کردار کے ذریعے سے مسلمانوں میں بلند حوصلگی اور اعلیٰ ظرفی کی ایسی خوبیاں پیدا کردی کہ انہوں نے خود ہی پہلے سے قائم دستور کے مطابقت میں شریعت کی اجازت سے فائدہ اٹھانے کی بجائے تدریجی انداز سے ایسے مثبت رویوں کو عام کیا جس کے نتیجے میں پہلے سے رائج استحصالی رویے اور رواج منسوخ ہوتے چلے گئے۔ سید مودودی یہ مضبوط استدلال پیش کرتے ہیں کہ عہد رسالت وعہد خلفائے راشدین اور پورے عہد اسلامی کی تاریخ یہ شہادت پیش کرتی ہے کہ مسلمانوں نے ہزاروں ملکوں اور شہروں کو فتح کیا مگر کسی ایک جگہ بھی قتل عام نہ کیا، نہ باشندوں کو غلام بنایا اور نہ ان کی املاک ضبط کیں[26]۔

نبی اکرم ﷺ کے دور میں جب خیبر فتح ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے باشندوں کو غلام نہیں بنایا، اسی طرح مکہ بھی طاقت سے فتح ہوا مگر نہ اس کی زمین فوج میں تقسیم کی گئی نہ باشندوں کو غلام بنایا گیا۔ غزوہ حنین میں بھی مسلمانوں نے فتح حاصل کی مگر نہ انہیں غلام بنایا گیا اور نہ ہی قتل کیا گیا۔ اس ضمن میں ایک بہت بڑی مثال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کی ہے کہ ان کے زمانے میں عراق و شام کے علاقے طاقت سے فتح ہوئے۔ آپ نے اکابر صحابہ کرام کی میٹنگ بلائی اور بحث و تمحیص کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ اہل عراق کو غلام نہیں بنایا جائے گا۔ وہ اسلامی ریاست میں بطور غیر مسلم شہری کے طور پر رہیں گے۔ اور بعد ازاں یہی فیصلہ اہل شام کے بارے میں بھی کیا گیا۔ سید مودودی اپنا نقطہ نظر مبرہن کرتے ہیں کہ اس کے بعد آئندہ کبھی بھی مسلمانوں میں یہ جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ مسلمانوں نے ہندوستان سے لے کر اسپین تک یورپ، ایشیاء اور افریقہ کی بے شمار زمینوں کو فتح کیا اور کسی جگہ بھی فتح کے ان حقوق کو استعمال نہیں کیا جو سابقہ ادوار کا ایک عام قانون اور رواج تھا اور جس کی کلی ممانعت قرآن حکیم نے نہیں کی تھی[27]۔

6:4۔ غلامی: مغرب اور اسلام کے عملی منہاج کا فرق

---

[26] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 283-284

[27] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 284-285

سید مودودی غلامی کے بارے میں مغرب کے دہرے رویے کی حقیقت واضح کرتے ہیں کہ مغرب نے اتنے بڑے پیمانے پر غلامی کا کاروبار کیا جس کی کوئی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ وہ کئی صدیوں تک افریقہ کے باشندوں پر چھاپے مارتے رہے۔ دس بارہ کروڑ انسانوں کو پکڑ کر لے گئے۔ امریکہ اور ویسٹ انڈیز وغیرہ میں اپنی نو آبادیوں کی آباد کاری کا کام ان سے لیا اور ان کے ساتھ بدترین انسانیت سوز سلوک کیا۔ امریکہ اور جنوبی افریقہ میں کالوں کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا رہا ہے وہ غلامی کے طریقے سے ہزار درجہ بدتر ہے۔ اس کے برعکس مسلمانوں میں بہت دفعہ ایسا ہوا کہ جو غلام تھے انہوں نے مسلمانوں کی قیادت و امامت کا فریضہ سرانجام دیا۔ مسلمانوں کے بڑے بڑے سپہ سالار غلام گزرے ہیں۔ اور مسلمانوں کی تاریخ ان غلاموں سے بھری پڑی ہے جنہیں محدث، فقیہ اور امام بننے کا شرف حاصل ہوا۔[28]

7۔ جدید قانون جنگ کی ضرورت

سید مودودی دنیا کے بڑے مذاہب اور جدید مغربی قانون جنگ سے تقابلی جائزے کے بعد اسلام کے قانون جنگ کو جدید قانون جنگ کا نام دیتے ہیں۔ اسلام کے اس جدید قانون جنگ کی اجمالی خوبیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے وہ رقمطراز ہیں:

"شریعت اسلامیہ نے جنگ کے عملی پہلوؤں میں سے کسی پہلو کو بھی ایک مضبوط قانون سے منضبط کیے بغیر نہیں چھوڑا ہے۔ اس نے جنگ کے وہ تمام وحشیانہ طریقے جو دنیا میں رائج تھے یک قلم موقوف کر دیے، جنگ اور متعلقات جنگ کے متعلق نئے مہذب قوانین وضع کیے، کچھ پرانے طریقوں کو وقت کی روح کے لحاظ سے ایک بدلی ہوئی شکل میں اگر باقی رکھا بھی تو ان کے اندر تدریجی اصلاح پذیری کی ایسی لچک پیدا کر دی کہ زمانہ کی ترقی اور حالات کے تغیر اور انسانی افکار کے نشوونما کے ساتھ ساتھ ان میں خود بخود اصلاح ہو جائے۔ اسی طرح کچھ نئے اصول بھی وضع کیے جن میں ترقی کی ایسی صلاحیت رکھ دی کہ ہر زمانہ کی ضروریات کے مطابق ان میں سے فروعی و جزئی احکام نکالے جا سکتے ہیں۔۔۔۔۔۔ قرون اولیٰ میں فقہا نے اسی مواد سے ایک مکمل ضابطہ قوانین جنگ مرتب کیا تھا جو صدیوں تک اسلامی سلطنتوں میں رائج رہا مگر اس زمانہ کے قوانین جنگ آج کے حالات کے لیے کافی نہیں ہیں۔ بہت سے فروع و جزئیات جو اس زمانہ میں مستنبط کیے گئے تھے آج بیکار ہیں۔ بہت سے نئے حالات جو دور جدید کے حربی طریقوں اور تمدنی تغیرات کی وجہ سے پیدا ہو گئے ہیں ان کے بارے میں فروعی احکام قدیم کتب فقہیہ میں موجود نہیں ہیں۔ اس لیے ضرورت ہے کہ ہم اصل مآخذ یعنی قرآن مجید اور احادیث نبوی

[28] مودودی، **خطبات یورپ**، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ، 1993)، 51

کی طرف رجوع کریں اور ان میں جو اصول و فروع موجود ہیں ان سے اپنی آج کی ضروریات کے مطابق ایک ضابطہ قانون مدون کر لیں۔"[29]

چنانچہ صرف اسلام ہی نے یہ کوشش کی ہے کہ جنگ کو محدود کیا جائے، وحشیانہ مقابلہ بازی اور ظلم کی بجائے عدل کو طاقت بنایا جائے، جنگ کو ایک گناہ کی بجائے ایک نیکی میں بدل دیا جائے۔ اسلام کا قانون جنگ ہی ہے جسے اختیار کرکے دنیا اس لعنت سے بچ سکتی ہے جس کا نام ظلم ہے[30]۔ مغرب کے سیاسی دانشور اور قائدین کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ فساد اور استحصال کی آگ بھی بھڑکاتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ امن اور اصلاح کے دعوے بھی کرتے ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ سب ظلم و فساد کے میدان میں امامت کے درجہ پر فائز ہیں اور فساد انگیزی کرنے کے باوجود اپنے آپ کو اصلاح کار ظاہر کرتے ہیں[31]۔

8۔ مغرب اور اسلام: جنگی کردار کا موازنہ

سید مودودی دعویٰ کرتے ہیں کہ زوال و ادبار کے باوجود اخلاق کے میدان میں مسلمان اس بلندی پر فائز رہے جس کے کم ترین درجے پر بھی تہذیب کے علمبرداران اہل مغرب نہ پہنچ سکے[32]۔ مغرب اور عالم اسلام کے جنگی کردار کے تقابل کا خلاصہ ان کے ان الفاظ سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے:

> "مسلمانوں نے اپنی پوری تاریخ میں جنگ کے اندر کبھی وہ وحشیانہ حرکتیں نہیں کیں جو اہل مغرب نے کی تھیں اور آج تک کر رہے ہیں، نہ مفتوح قوموں کے ساتھ کبھی وہ برتاؤ کیا جو اہل مغرب نے کیا ہے۔"[33]

ان کی رائے میں قرآن حکیم میں مسلمانوں میں انسانیت کی وہ خوبی پیدا کی کہ غالب آنے کے باوجود وہ ظلم کی اس سطح سے دور رہے جس کا ارتکاب تاریخ کے ہر دور میں غیر مسلم فاتحین نے کیا۔ وہ اسپین کی مثال پیش کرتے ہیں کہ یہاں مسلمانوں نے کئی سو برس حکومت کی۔ اس وقت عیسائیوں کے ساتھ مسلمانوں کا سلوک اور جب عیسائی وہاں غالب آئے تو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک

[29] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 322-323

[30] مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، 456

[31] مودودی، **تفہیمات**، 3:339

[32] مودودی، **تفہیم القرآن**، (لاہور: ترجمان القرآن، 1987ء)، 4:470

[33] مودودی، **خطبات یورپ**، 50

کیا ان کا موازنہ ہر دو اقوام کے رویوں کی تاریخی شہادت ہے۔ برصغیر میں آٹھ صدیوں کی طویل مدت کے دور اقتدار میں مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ کیا سلوک کیا اور ہندوؤں نے غالب آجانے کے بعد کیا برتاؤ کیا۔ اسلامی تاریخ کی تیرہ صدیوں تک یہودیوں کے ساتھ مسلم رویہ کیا رہا اور اب فلسطین میں مسلمانوں کے ساتھ ان کا کیا رویہ ہے[34]۔

9۔ خلاصہ بحث

جدید دور میں سید ابوالاعلیٰ مودودی (م:1979ء) برصغیر پاک و ہند کے پہلے مسلم راہنما ہیں جنہوں نے بیسویں صدی کے اوائل میں اسلام اور مغرب کے جنگی قوانین اور رویوں کا تقابلی مطالعہ کر کے اسلام کی برتری کو ثابت کیا۔ سید مودودی کا ماننا ہے کہ جنگ کے اخلاقی پہلو، جواز اور مقاصد ونصب العین سے مغربی قانون ناآشنا ہے۔ لہٰذا مغرب کے تحریری بین الملکی قانون میں جنگ کے جائز اور ناجائز اور حق و ناحق کے سوالات کے بارے میں ہمیں کوئی راہنمائی نہیں ملتی۔ جنگ عظیم اول میں ایک کروڑ انسانوں کی ہلاکت اور کروڑوں کا زخمی ہونا، کھربوں روپے کا جنگی مصارف پر ضائع ہو جانا، اقوام و ممالک کا تباہ و برباد ہو جانا اور پھر کچھ عرصے بعد دوسری جنگ عظیم کے لیے تیار ہو جانا یہ ثابت کرتا ہے کہ مغربی اقوام نے آلات حرب اور وسائل جنگ میں تو واقعی غیر معمولی ترقی کی ہے مگر اس جنگ میں جو روح کارفرما ہے وہ اسی عہد وحشت کی روح ہے جس کی درندگی و وحشت آلات جنگ کی ترقی سے کم ہونے کی بجائے پہلے سے بھی زیادہ خطرناک ہو گئی ہے۔

نیز مغرب کا انٹرنیشنل لاء محض چند قوموں کا اختیار کیا گیا ایک رواج ہے جس کی نہ کوئی قانونی وقعت ہے اور نہ ہی کوئی مستحکم بنیاد۔ ہیگ اور جنیوا میں قواعد و ضوابط طے کرنے کے باوجود اور "مہذب قوانین جنگ" کے احترام کے دعوے کرنے کے باوجود مغربی اقوام کو جیسے ہی موقع ملا وہ اس قانون کی پابندی سے آزاد ہو گئیں۔

اسلام کی جنگ کا مقصد "جنگ" نہیں ہے بلکہ اصلاح اور امن و سلامتی ہے۔ عہد رسالت و عہد خلفائے راشدین اور پورے عہد اسلامی کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ مسلمانوں نے ہزاروں ملکوں اور شہروں کو فتح کیا مگر کسی ایک میں بھی قتل عام نہ کیا، نہ باشندوں کو غلام بنایا اور نہ ان کی املاک ضبط کیں۔ مسلمانوں نے اقوام عالم میں ایک نئی مثال اور نیا رواج قائم کیا کہ مفتوح اقوام کو بطور غیر مسلم شہری کے طور پر اس کے سارے بنیادی انسانی و شہری حقوق دے کر ان کی حفاظت کی جائے۔ صرف اسلام ہی نے یہ کوشش کی ہے کہ جنگ کو محدود کیا جائے، وحشیانہ مقابلہ بازی کی بجائے مہذب

[34] مودودی، **تفہیم القرآن**، 470:4

مقابلہ کیا جائے، ظلم کی بجائے عدل کو طاقت بنایا جائے، جنگ کو ایک گناہ کی بجائے ایک نیکی میں بدل دیا جائے۔ اسلام کا قانون جنگ ہی ہے جسے اختیار کر کے دنیا ظلم کی لعنت سے بچ سکتی ہے۔

کتابیات

مودودی، سید ابوالاعلیٰ، **تفہیم القرآن**، (لاہور: ترجمان القرآن، 1987ء)۔

مودودی، **تنقیحات**، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1997ء)۔

مودودی، **خطبات یورپ**، (لاہور: ترجمان القرآن، 1993ء)۔

مودودی، **رسائل و مسائل**، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1989ء)۔

مودودی، **قوموں کے عروج و زوال پر علمی تحقیق کے اثرات**، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 1992ء)۔

مودودی، **اسلام دور جدید کا مذہب**، (لاہور: ادارہ منشورات)

مودودی، **الجہاد فی الاسلام**، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 1996ء)

مودودی، **تجدید و احیائے دین**، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1999ء)

مودودی، **تفہیمات**، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز)

مودودی، **خطبات**، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 2011)

مودودی، **اسلامی ریاست**، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 2000ء)

مودودی، **تعلیمات**، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 2002ء)